روایت: جناب حکیم عبدالخالق خلیق رحمہ اللہ
ترجمہ: مولانا حافظ محمد ابراہیم فانی

# شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بحیثیتِ حَکَم

## مجاہدِ ملت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور خاکساروں کے درمیان ایک معرکۃ الآراء مناظرہ کی دلچسپ روئیداد

۱۹۳۷ء میں اکوڑہ خٹک میں خاکساروں اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کے درمیان علامہ مشرقی کے کفریہ عقائد کے بارے میں مناظرہ طے پایا۔ اس مناظرہ میں ایک طرف مُجاہدِ ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ تھے جبکہ دوسری طرف سے مولانا عبدالقہار عُرف مروت مولوی صاحب۔ اس مناظرہ میں باتفاقِ فریقین حضرت شیخ الحدیثؒ مولانا عبدالحقؒ حَکَمؒ مقرر کردیئے گئے۔ اس مناظرہ کی مکمل روئیداد جناب حکیم عبدالخالق صاحبؒ خلیقؒ[1] نے ارسال کی تھی، (جو اس مناظرہ کے چشم دید گواہ ہیں) جس سے حضرت شیخ الحدیثؒ کی علماء اور عامۃ المسلمین میں مقبولیت، اعتماد اور عظمت کے ساتھ ان کی بحیثیتِ حَکَمؒ کے عظیم تر صلاحیتیں بھی سامنے آجاتی ہیں۔ لہٰذا اس کا اُردو ترجمہ نذرِ قارئین ہے۔ (محمد ابراہیم فانی)

بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۹ر نومبر ۱۹۳۷ء اکوڑہ خٹک کی ایک مسجد میں مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے خاکسار جماعت کے خلاف ایک پُرجوش تقریر کی اور اعلان کیا کہ بانیٔ جماعت خاکسار علامہ عنایت اللہ خان مشرقی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ بات تحصیل نوشہرہ کی خاکسار جماعت سے تعلق رکھنے والے راہنماؤں پر ناگوار گذری اور انہوں نے مولانا ہزارویؒ کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ساتھ علامہ صاحب کے کفر کے بارے میں مباحثہ کر کے دلائل سے ان کے کفر کو ثابت کریں۔ مولانا ہزارویؒ نے جواب میں کہا کہ میں بحث کے لیے ہر وقت تیار ہوں۔ تاریخ، وقت اور مقام کا تعین آپ از خود کر کے مجھے اطلاع دے دیں۔ خاکساروں نے جواب دیا کہ گذشتہ جمعہ کے دن آپ نے جس مسجد میں تقریر کی تھی اُسی مسجد میں آئندہ جمعہ کو بتاریخ ۲۶ر نومبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۵۶ھ ہمارا اور تمہارا آمنا سامنا ہوگا۔ دُور دراز اور قرب و جوار کے علاقوں سے بہت سے لوگ اکوڑہ خٹک پہنچ گئے۔ مجھے بھی جامع مسجد نوشہرہ صدر کے خطیب مولانا قاضی عبدالسلام نے اطلاع دی، چنانچہ میں جمعہ کی نماز کے لیے اکوڑہ خٹک پہنچا۔ مولانا ہزاروی صاحبؒ کے ساتھ چند احراری علماء تھے اور خاکساروں میں قابلِ ذکر افراد کے نام یہ ہیں: شماس خان، مولانا مروت،

---

[1] حکیم عبدالخالق خلیقؒ: آپ کی خود نوشت پشتو تالیف "زۂ اوُ حَا زمانہ" میں آپ کے تفصیلی حالات مرقوم ہیں۔ آپ کی وفات پر مولانا سمیع الحق مدظلہٗ نے "الحق" میں جو تعزیتی شذرہ سپردِ قلم کیا تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کو من وعن یہاں پیش کیا جائے: ——— "۲۵ جنوری ۱۹۷۸ء کی شام کو جناب حکیم عبدالخالق صاحب خلیق واصل بحق ہوئے۔ عمر ۸۳ سال کے لگ بھگ تھی، ۲۶ جنوری بعد از نماز جمعہ پشاور میں آپ کی تدفین ہوئی۔ اربابِ علم وفضل اور مشاہیر نے جنازہ میں شرکت کی۔ موصوف کی وفات سے پشتو ادب کو بڑا سانحہ پیش آیا۔ پشتو زبان وادب کے ساتھ آپ کو اتنا لگاؤ تھا کہ دارالعلوم حقانیہ کی مجلسِ شوریٰ کے ہر جلسہ میں کوئی سنتا یا نہ سُنتا مگر آپ کا اصرار ہوتا کہ بحث، تقریر بھی پشتو میں ہو۔ پشتو کی ترویج وفروغ کا ولولہ آخر دم تک تازہ رہا۔ کئی پشتو کتابوں کے مصنف تھے، پشتو شاعری میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے، ایک عرصہ تک سرحد کے پشتو ماہنامہ "پشتون" کے مدیر رہے، اس وجہ سے آپ بابائے پشتو کہلانے کے مستحق ہیں۔ جدوجہدِ آزادی میں آپ خان عبدالغفار خان کے سرگرم ساتھی۔ سنجیدگی، وقار، متانت، صلابت وسلامت رائے آپ کی خاص صفات تھیں، دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی کے ساتھ آپ کا تعلق نہایت مستحکم رہا، اس تعلق کی راہ میں سیاسی مؤقف کو بھی آڑے نہ آنے دیا، ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں یہ تعلق نہایت نازک موڑ پر آیا تو آپ نے اپنے پختہ سیاسی جذبات کی قربانی دے کر دارالعلوم اور اس کے بانی کو ترجیح دی۔ مجلسِ شوریٰ دارالعلوم کے اولین ارکان میں سے تھے۔ ۲۵، ۳۰ سال کے اس طویل عرصہ میں آپ سے صرف ایک میٹنگ مس ہوئی تو نہایت افسوس کرتے رہے کہ میرے تسلسل کی جو زنجیر تھی اس کی ایک کڑی کیوں ٹوٹ گئی۔ شوریٰ کے جلسوں میں اپنے پختہ اور مفید مشوروں سے راہنمائی کرتے رہے۔ ادبی اور علمی ذوق کی وجہ سے آپ کا ادارہ "اشاعتِ سرحد" ایک عرصہ تک قدیم وجدید کا سنگم رہا۔ بلاشبہ آپ سرحد کے علمی، ادبی، سیاسی اور سماجی معماروں میں گنے جائیں گے۔ حق تعالیٰ اُن کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر فرمادے اور اُن کے پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب ہو۔" (کاروانِ آخرت، ص ۲۶۱) ۔ (فانی)

مولانا شاکر اللہ، مولانا عبدالرؤف صاحب نوشہرہ اور شیر بہادر خان وکیل آف بدرشی۔

نمازِ جمعہ کے بعد ایک عالم اُٹھ کھڑے ہوئے جو کہ اسی مسجد کے پیش امام معلوم ہوتے تھے، انہوں نے اعلان کیا کہ آج ہماری اس مسجد میں ایک مذہبی مسئلہ پہ دو فریقوں کے درمیان بحث ہوگی۔ چونکہ دونوں فریق ہمارے مہمان ہیں اس لیے ہم ان کے درمیان بحث میں غیر جانبدار رہیں گے اور ہمارے لیے یہ دونوں فریق قابلِ احترام ہیں، البتہ یہ ایک مذہبی اجتماع ہے، اس لیے اس کی صدارت کیلئے ایک مسلّم مذہبی عالم کی ضرورت ہے۔ اور میرے خیال میں ہمارے اکوڑہ خٹک کے نامور فاضل مولانا عبدالحقؒ صاحب اگر اس کی صدارت فرماویں تو یہ بات بہت موزوں ہوگی، تین چار آوازیں اس کی تائید میں بلند ہوئیں۔

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ مسجد کے صحن کے وسط میں منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ایک اور منبر کی ضرورت ہے، چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل ہوئی پھر مولانا صاحبؒ نے کہ ایک فریق تو صرف مولانا غلام غوث ہزاروی صاحبؒ ہیں اور دوسری طرف پورا خاکسار کا گروہ! اس لیے اُن کو چاہیئے کہ اپنا ایک نمائندہ منتخب کرکے بحث کے لیے نامزد کریں۔ چنانچہ خاکساروں نے مولانا مروت صاحبؒ [1] کو اپنا نمائندہ چُن لیا۔ مولانا صاحبؒ نے اعلان کیا کہ ہر فریق کو صرف پندرہ پندرہ منٹ تقریر کرنے کی اجازت ہے لیکن پہلی تقریر مولانا ہزاروی رحؒ کی ہوگی، اس لیے کہ انہوں نے عنایت اللہ خان مشرقی پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے وہ اپنے اس فتویٰ پر دلائل دیں گے۔ مولانا ہزارویؒ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے تذکرہ (علامہ مشرقی کی کتاب) چاہیئے، چنانچہ ان کو وہ کتاب دے دی گئی۔ انہوں نے ایک صفحہ نکالا اور عربی عبارت پڑھنی شروع کی، اور اس کا مفہوم انہوں نے یہ بیان کیا کہ "فرنگی نیک اور صالح لوگ ہیں، یہ لوگ جنت میں ہوں گے اور ان کے لڑکے اور لڑکیاں حور اور غلمان کی شکل میں ہوں گے۔" اس وجہ سے یہ کافر ہے ــ اس طرح اس کی دیگر کتابوں مثلاً تذکرہ اشارات، قولِ فیصل اور مولوی کا غلط مذہب سے حوالے دیئے اور تقریباً ۵۲ دلائل بیان کیے۔ مولانا عبدالحق صاحبؒ نے مولانا ہزاروی صاحبؒ کو کہا کہ آپ کا وقت پورا ہوگیا۔ ہزاروی صاحبؒ نے کہا کہ میرا کام بھی پورا ہوگیا۔ اس کے بعد دوسرے فریق کے مولانا مروت کھڑے ہوئے اور اپنی عادت وفطرت کے مطابق نہایت دھیمے انداز میں تقریر شروع کی اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ مولانا ہزاروی صاحب ایک بہترین عالم اور نیک مسلمان ہیں، انکی علامہ مشرقی سے کیا عداوت اور دُشمنی ہے جو کہ ایک اچھا مسلمان ہے اور اسلام کا عسکری غلبہ اس کا مطمعِ نظر ہے مسلمانوں کی ترقی کا خواہشمند ہے، نماز پڑھتے وقت اس کی آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہوتا ہے، اس کی زبان سے الفاظِ کفر یا کفریہ کلمات کبھی بھی نہیں نکلے۔ اس طرح کی باتوں میں مولانا مولانا مروت صاحب کا

---

[1] مولانا عبدالقہار عرف مروت مولانا صاحبؒ موضع لنڈیواہ تحصیل لکی مروت میں ۱۲۹۶ھ میں پیدا ہوئے، والد صاحب کا نام حباب شاہ تھا۔ آپ کا اصلی وطن تحصیل صوابی تھا۔ قرب وجوار اور دُور دراز کے علاقوں میں تحصیل علوم کے بعد ۲۴ برس کی عمر میں آپ کی دستار بندی ہوئی۔ بعدازاں آپ بازار مسجد نوشہرہ کلاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے درس میں سوات، باجوڑ، کوہستان، بنوں، وزیرستان کے علاوہ کابل، قندھار، سمرقند و بخارا اور تاشقند کے تشنگانِ علوم کثیر تعداد میں شرکت کرتے۔ شرعی مقدمات کے فیصلے کے لیے تحصیل نوشہرہ کے قاضی مقرر ہونے کے ساتھ جمعیۃ العلماء کے صدر منتخب ہوئے۔ کئی سال تک جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس عاملہ کے رُکن رہے۔ ۱۹۲۴ء میں راجپال نامی ایک دریدہ دہن ہندو نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے بدنام زمانہ کتاب "رنگیلا رسول" شائع کی اس سے برصغیر کے تمام مسلمانوں میں ایک ہیجانی کیفیت پیدا ہوئی اور ہندو مُسلم بائیکاٹ کی ایک عالمگیر تحریک شروع ہوئی، مولاناؒ نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ جب صوبہ سرحد تشریف لائے اور نمک منڈی پشاور میں ایک عظیم الشان جلسے کا اہتمام ہوا تو مولانا عبدالقہار کو بھی تقریر کرنے کی دعوت دی گئی، چنانچہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے اُردو میں اور مولانا عبدالقہار نے پشتو میں معرکۃ الآراء تقریریں کیں۔
جب ۱۹۳۰ء میں علامہ عنایت اللہ مشرقی کی قیادت میں خاکسار تحریک شروع ہوئی تو آپ نے اس میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا، ضلع پشاور میں آپ وہ پہلے عالم تھے جو اس زمانہ میں نمازِ جمعہ سے پہلے عام فہم پشتو زبان میں تقریر کیا کرتے تھے، محلہ پراچگان کے فیاض باشندے آپ کے پاس آئے ہوئے مہمانوں کی چائے اور شربت سے تواضع کیا کرتے تھے۔ دن بھر مسجد میں ذکر و اذکار اور مغرب کی نماز کے بعد روزانہ درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رہتا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھنے اور ترجمہ کا رواج بالکل نہ تھا۔ سابق صوبہ سرحد میں حکومتِ انگلشیہ کے زمانہ میں مروّجہ قانون کے مطابق وراثت میں عورتوں کو محروم کیا جاتا تھا۔ قانون ساز اسمبلی میں سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان نے ۱۹۳۵ء میں شریعت بل پیش کیا۔ علاقہ کے خوانین اور عوام نے اس بل کی پُرزور مخالفت کی، کیونکہ پٹھانوں کے رواج کے مطابق عورتیں وراثت کی حقدار نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ مولانا مروت نے اس بل کو کامیاب بنانے کے لیے بہت زور لگایا، جگہ جگہ تقاریر کیں، علماء کے وفد ملک کے مختلف گوشوں میں بھیجے، آخر کار بل پاس ہوا اور اسے قانون کا درجہ دیا گیا۔
آپ کئی سال تک مدرسہ اسلامیہ پشاور شہر اور مدرسہ انجمن تعلیم القرآن نوشہرہ کلاں میں صدر مدرس رہے، ۱۹۴۰ء میں آپکی صحت خراب ہوگئی اور ۲۱ شعبان ۱۳۵۹ھ کو بروز جمعہ مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۴۰ء بعمر ۶۳ سال آپ واصل بحق ہوئے، نمازِ جنازہ اکوڑہ خٹک کے سید مہربان علی شاہ بخاریؒ نے پڑھائی۔ (ملخصاً از تذکرہ علماء و مشائخ سرحد)
آپ کے تلامذہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کا نام نامی قابلِ ذکر ہے۔ آئندہ صفحات کی روئیدادِ مناظرہ میں جو مولانا ہزارویؒ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو فرمایا کہ "آپ اُستاذی کا لحاظ نہ کریں۔" اس میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ (رفاقی)

وقت ختم ہوگیا۔

ہزاروی صاحبؒ دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ نے دیکھا میں نے علامہ مشرقی کے کفر پر ۵۲ دلائل دیئے، مُلا مروت نے ایک اعتراض کا بھی جواب نہیں دیا، صرف یہ کہا کہ وہ ایک اچھا مسلمان ہے، مسلمانوں کا عسکری غلبہ چاہتا ہے، وہ روتا ہے وہ ہنستا ہے، اس کا کیا مطلب ہے "مُرو تو مُلا" (مروت مولوی) میرے اعتراضات کے صحیح جوابات دو، آئیں بائیں شائیں نہ کرنا۔ اس موقع پر نصیر بہادر خان وکیل نے کہا کہ یہ کوئی طریقہ نہیں یہ غلط انداز ہے، صرف ایک اعتراض ہونا چاہیئے، اس کے لیے ایک منٹ بھی کافی ہے جبکہ اس کے جواب کے لیے کم از کم آدھا گھنٹہ ہونا چاہیئے۔ اسی پر فیصلہ ہوا، مولانا ہزاروی صاحبؒ نے تذکرہ کی وہی عبارت پھر شروع کی اور پھر بیٹھ گئے۔ مروت مولانا صاحب جواب کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اس عبارت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انگریز اور فرنگی آخرت میں جنت میں ہوں گے، مشرقی صاحب کہتے ہیں کہ انگریزوں کی زندگی ان کی اپنی عملی صلاحیت کی وجہ سے ایسی ہے گویا یہ لوگ جنت میں رہتے ہیں، ان کے بیٹے بیٹیاں حور و غلمان کی طرح حسین و جمیل ہیں ــــ ایک آواز آئی کہ آگے نہ جائیں، پہلے یہ فیصلہ کریں کہ بحث آخرت کے متعلق ہے یا دُنیا کے! دُوسری آواز آئی کہ یہ صدر صاحب کا کام ہے وہ فیصلہ دیں کہ مولانا ہزاروی صاحبؒ صحیح کہتے ہیں یا مولانا مروت! مولانا عبدالحق صاحبؒ نے کہا کہ میں صدرِ جلسہ ہوں حَکَم نہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اگر دونوں فریق مجھ پر اعتماد کرلیں تو پھر میں فیصلہ دوں گا۔ مولانا ہزاروی صاحب نے مصنوعی انداز میں کہا کہ میرا تو ان پر اعتماد نہیں اس لیے کہ یہ مولانا مروت کے شاگرد ہیں اور اُستاذی کا لحاظ ضرور رکھیں گے۔ اس وقت کچھ شور بلند ہوا لیکن پھر مولانا ہزاروی نے بآوازِ بلند کہا کہ توکل بر خدا میں بھی مولانا پر اعتماد کرتا ہوں۔ لیکن اے مولانا عبدالحق! اگر آپ نے استاذی کا لحاظ کیا تو قیامت کے روز میں آپ کا گریبان پکڑ دوں گا ــــ مولانا صاحب (مولانا عبدالحقؒ) نے حاضرین سے پوچھا کہ حاضرینِ کرام خصوصاً اکوڑہ خٹک کے رہنے والو! آپ لوگ تو مجھے جانتے ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنے طلبہ کو پڑھاتا ہوں اور اس بات سے بھی آپ آگاہ ہیں کہ میں نے دارالعلوم دیوبند میں سبق پڑھا ہے، تو پھر تو میں عربی پر سمجھتا ہوں گا؟ تمام لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں، آپ کا علم تو مسلّم ہے ــــ پھر آپ نے تذکرہ مانگا اور کہا کہ اس عبارت سے پہلے ایک دو صفحے دیکھنے چاہئیں تاکہ عبارت کا سیاق و سباق معلوم ہو سکے۔ آپ نے عبارت پڑھنی شروع کی، جب بحث ختم ہوئی تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ بحث آخرت کے متعلق ہے دُنیا سے متعلق نہیں ــــ اسی کے ساتھ آوازیں بلند ہوئیں کہ بس بات کو زیادہ طُول نہ دیں اس لیے کہ روزہ ہے، علامہ کافر ہے! خاکساروں نے بھی کچھ شور بلند کیا لیکن کون سنتا تھا؟ جلسہ درہم برہم ہوگیا۔ مولانا ہزاروی صاحب جلوس کی شکل میں اکوڑہ خٹک کی گلیوں میں پھرائے گئے اور خاکسار بوجھل قدموں کے ساتھ واپس ہوئے۔

---

# اھالیانِ اکوڑہ خٹک کا ایک ناقابلِ فراموش اِتفاق

مولانا غلام غوث ہزاروی اور خاکساروں کے مناظرہ کے بعد اہالیانِ اکوڑہ خٹک، سُرخپوشش، جمیعۃ العلماء اور احراری عقیدے کے لوگ خاکساروں کے سخت ترین اور شدید مخالف ہوگئے، البتہ خوانینِ اکوڑہ اور قریشیان کی ہمدردی خاکساروں کے ساتھ تھی مگر اس کا تناسب بہت ہی کم تھا۔

اپریل ۱۹۳۸ء میں ایک دن اعظم گڑھ اکوڑہ خٹک کی مسجد میں ایک خاکسار آیا تاکہ ظہر کی نماز ادا کرے۔ مولانا قدرت شاہ[1] (جو اسی مسجد کے پیش امام تھے) نے اس خاکسار کو مسجد سے نکال دیا۔ اور اسے کہا کہ خاکسار مسلمانوں کی مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ خاکسار کافر ہیں۔ یہ خاکسار خان صاحب نور احمد قریشی کا ملازم تھا، اس نے قریشی صاحب سے شکایت کی، قریشی صاحب نے مولانا صاحب کو بُرا بھلا کہا اور جوش میں آکر اس نے کہا کہ میں برما سے ۹ لاکھ روپے لایا ہوں یہ میں آپ لوگوں کی تباہی پر صرف کروں گا۔ گاؤں میں اس بات کی بہت شہرت ہوئی اور نور احمد صاحب "نو لکھی" کے نام سے مشہور ہوئے، گاؤں کے بچے جب اس کو دیکھ لیتے تو کہتے وہ دیکھو

---

[1] مولانا سید قدرت شاہ صاحب! مولانا قدرت شاہ ابن مولانا عنبر شاہ ابن مولانا میر ویس شاہ۔ آپ کے آباؤ اجداد شاہانِ مُغلیہ کے دَور میں بخارا سے باجوڑ اور باجوڑ سے ہشتنگر آئے، حضرت مولانا میر ویس شاہ بہت بڑے فقیہ گذرے ہیں، کنز، اوّل و اخیر کے حافظ تھے۔ سکھوں کی جابرانہ حکومت میں مسلمانوں کی امداد فرماتے۔ اسی پاداش میں آپ کے گھر کو نذرِ آتش کیا گیا اور آپ کو شہر بدری کی سزا ملی۔ آپ کی وفات پر مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے جو تعزیتی اداریہ "الحق" میں لکھا اسکے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔ "۲۴ / ۲۵ مئی ۱۹۷۸ء کی درمیانی شب کے دس بجے دارالعلوم کے ایک مخلص، دیرینہ کارکن اور حضرت شیخ الحدیث الحدیث مدظلہ کے ایک جان نثار خادم اور سفر و حضر کے رفیق مولانا سید قدرت شاہ صاحب اکوڑہ خٹک کا ایک سو برس سے زائد عمر میں وصال ہوگیا ــــ نہ صرف تاسیس دارالعلوم سے لے کر اب تک آپ دارالعلوم کے بے لوث سرگرم کارکنوں میں سے تھے، بلکہ اس سے قبل میرے جدِامجد مرحوم کے ساتھ رفاقت کا رشتہ اُستوار کیا اور آخر تک نبھایا۔ قومی و ملّی کاموں میں یہ لوگ باہم دست و بازو تھے۔ خاکسار کا فتنہ حد سے بڑھنے لگا تو سب سے پہلے اکوڑہ خٹک میں اسے بھرپور لگام دینے کی کوشش کی گئی۔ ۱۹۴۰ء کے لگ بھگ کا واقعہ ہے کہ اکوڑہ خٹک میں مولانا قدرت شاہ مرحوم کی مسجد سے اس ہنگامہ رستخیز کا آغاز ہوا جس سے خاکساروں کو عبرتناک سبق ملا اور پورے برِصغیر کے پریس میں اس کا چرچا رہا۔ اس کے بعد مرحوم کو غازی مُلّا کا خطاب ملا اور عرفِ عام میں اسی لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔" (کاروانِ آخرت ص ۲۶۵) (رفاقی)

"نولکھی" جارہا ہے۔ بعد میں قریشیوں کو لوگ "نولکھی" کہنے لگے۔ اکوڑہ کے عوام نے خاکساروں کے ساتھ شادی اور غمی میں شرکت چھوڑ دی۔ اکوڑہ کا ایک معزز سفید پوش وفات پا گیا، خاکساروں نے اس کے ورثاء کو اطلاع دی کہ اگر آپ لوگ اجازت دیتے ہیں تو ہم آئیں گے اور آپ لوگوں کے ساتھ فاتحہ اور تعزیت میں شرکت کریں گے۔ ورثاء نے ان کو جواب دیا کہ بیشک آپ آسکتے ہیں، اس لیے کہ ہم غیر جانبدار ہیں مگر جب جنازہ کے لیے لوگ جمع ہوئے تو ایک عوامی لیڈر نے بانگِ دہل کہا کہ اس جنازہ میں یا خاکسار ہوں گے یا ہم اہالیانِ اکوڑہ۔ ورثاء سے پوچھا گیا کہ اب اختیار آپ لوگوں کے پاس ہے، اگر خاکسار آپ کو پسند ہوں تو ہم جائیں گے اور خاکسار ہی یہ جنازہ پڑھائیں گے۔ ورثاء نے مجبور ہو کر کہا کہ نہیں! اہالیانِ اکوڑہ یہ جنازہ پڑھائیں گے۔ چنانچہ خاکسار وہاں سے نکال دیئے گئے بلکہ ان کے معاونین مثلاً خانخیل اور قریشیان بھی رخصت کر دیئے گئے۔ ان لوگوں نے عوام کے سرکردہ لیڈروں اور علماء پر استغاثہ دائر کیا کہ حکومت ان کو سزا دے، اس بات پر عوام نے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ عوام کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں یہاں تک کہ اگر کسی تانگے والے نے کسی خاکسار کو کرایہ پر اپنے تانگے میں بٹھایا تو اس کو پچاس روپے جرمانے کا حکم سنایا گیا۔

مئی ۱۹۳۹ء کے آخری دنوں میں "شیدو" کے ایک خان کا بیٹا خاکسار تحریک میں شامل ہونے والا تھا۔ تحصیل نوشہرہ کے اسٹیشن یا شتو کے قریب خاکسار شیدو کو آئے اور اس خان کے حجرہ پر خاکسار تحریک کا جھنڈا لہرایا۔ واپسی پر مغرب کی نماز کے لیے سائیکلوں پر سوار اعظم گڑھ کی مسجد میں آئے، یہ لوگ نماز بوٹوں سمیت پڑھ لیا کرتے تھے۔ بوٹوں کی کڑپ کڑپ سن کر مولانا قدرت شاہ نے نماز سے سلام پھیر کر بآوازِ بلند کہا: "لوگو جلدی پہنچ جاؤ خاکسار مجھے قتل کرنے کے لیے آئے ہیں"۔ یہ دن گندم کی کٹائی کے دن تھے، اکثر لوگ چونکہ زراعت پیشہ تھے اس لیے وہ لوگ اپنے اپنے کھلیانوں سے دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی خاکساروں پر ٹوٹ پڑے، ان میں سے اکثر زخمی ہوئے بلکہ ایک آدمی اُن میں سے مر بھی گیا۔ شیر بہادر خان وکیل سائیکل پر سوار ہو کر تھانہ پہنچا، پولیس کی ایک بھاری جمعیت آگئی، زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا، اور اصلی ملزم فرار ہو گئے تھے مگر سرخپوش لیڈروں اور علماء پر دعویٰ کیا گیا، ان میں سے اکثر گرفتار ہوئے، باہمی چپقلش اور بڑھ گئی۔

انہی دنوں (اکوڑہ) میں ایک عورت سخت بیمار ہو گئی، اُس کا بھائی خاکسار تحریک سے تعلق رکھتا تھا۔ اس عورت کے شوہر نے اس کے بھائی کو کہا کہ تم چلے جاؤ، اگر تمہاری بہن فوت ہو گئی تو گاؤں کے لوگ آپ کی وجہ سے ہماری میت کی تجہیز و تکفین میں شرکت نہیں کریں گے۔ اُس نے کہا کوئی بات نہیں! ہمارے سینکڑوں خاکسار باہر سے آئیں گے اور میت کو سنبھالیں گے۔ دوسرے دن صبح آٹھ بجے وہ عورت مر گئی، ایک عوامی لیڈر نے پوچھا کہ میت کی تجہیز و تدفین ہم کریں یا آپ خاکسار؟ اُس نے کہا ہمیں آپ لوگوں کی مدد کی ضرورت نہیں۔ ایک خاکسار سائیکل پر سوار ہو کر نوشہرہ کچہری آیا، شماس خان اور شیر بہادر وکیل کو کہا کہ آپ لوگ خاکساروں کو بلائیں تاکہ ہماری میت کو سنبھالیں۔ انہوں نے اُسے کہا کہ اب تو مشکل ہے اگر آپ ہمیں رات کو اطلاع کرتے تو اچھا ہوتا، اس وقت تو تمام اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوں گے اور موقع پر موجود کوئی بھی نہیں صبح دیکھا جائے گا۔ خاکسار بارہ بجے واپس آیا اور اُن کو جواب دیا، عورت کے شوہر نے اُس کو کہا کہ دفع ہو جاؤ، چلے جاؤ۔ اور عوامی نمائندوں کو بلا کر کہا کہ آئیں اور اس لاش کو دفنانے اور اس کی آخری رسومات ادا کرنے میں ہماری مدد کریں۔ اُن لوگوں نے اعلان کیا۔ الغرض ایک گھنٹے کے اندر اندر قبر تیار ہو گئی، بازار بند ہو گئے، ہندو اور سکھ بھی قبرستان پہنچے، دو بجے سے پہلے پہلے اس کی تجہیز و تدفین عمل میں آگئی۔

اس واقعہ سے خاکسار بہت مرعوب ہوئے اور انہوں نے اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے درخواست کی کہ ہم خاکساری سے تائب ہو رہے ہیں ہماری توبہ قبول کر لیں۔ خاکساروں نے اپنے بیلچے ایک چارپائی پر ڈال دیئے اور انہوں نے کہا کہ یہ خاکساری کا جنازہ ہے، خاکساری مر گئی ہے۔ انہوں نے وہ "جنازہ" تمام گاؤں میں پھرایا اور ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی کرتے رہے کہ "خاکسار کافر، مشرقی کافر و زندیق ہے، خاکساری ہائے ہائے"۔ بیلچوں کا جنازہ دریا برد کر دیا گیا۔ دریا کے کنارے مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوا اس میں خاکساروں نے "آمنت باللہ" اور کلمہ ردِ کفر پڑھا، تقریریں ہوئیں، خاکساروں کے ساتھ عوام گلے ملے، صلح ہو گئی۔

خان خیل اور قریشیان تنہا رہ گئے، ان کے ساتھ بائیکاٹ بحال رہا، کچھ دنوں کے بعد زیارت کاکا صاحب کے سفید ریش میاں گان اور علماء کرام اکوڑہ خٹک تشریف لائے اور ان کی مساعی سے تمام گاؤں کا اتفاق عمل میں آیا، خاکساروں نے اپنے مقدمے واپس لیے، راضی نامے داخل کرائے گئے اور دعائے خیر ہوئی ۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہِ گاہِ باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

صہبائے احادیث سے سرشار تھا وہ
قرآن کی حکومت کا طلب گار تھا وہ
باطل کے اندھیروں سے مجاہد
اور اپنی جگہ نورِ مینار تھا وہ